Academic Discipline for Quranic Higher Education

تخصص علوم و حکمت قرآن کے لیے مقررہ نصاب کے مطابق

اصطلاحات قرآن



الاستاذ: ابوالفضل نور احمد سندھی

ناشر

جامع مسجد ربانی، ہائی وے کالونی، سیکٹر C-18، اسکیم-33، نزد جمالی پُل، M-9 موٹروے، کراچی

فون: 0313-2707097

www.hikmatequran.org hikmatequran@gmail.com Hikmat-e-Quran Institute

اَنۡفَقَ خرچ کے لیے عام لفظ ہے۔ عموماً مال و دولت خرچ کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ تاہم اس میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ ایک طرف سے مال آتا جائے اور دوسری طرف خرچ ہوتا رہے۔ (مفردات القرآن) نَفَقَ الشَّیۡءُ کے معنی کسی چیز کے ختم ہونے یا چلے جانے کے ہیں۔ نَفَقَ الۡبَیۡعُ سامان کا خوب فروخت ہونا۔ نَفَقَ الۡقَوۡمُ بازار کا پر رونق ہونا۔ نَفَقَتِ الدَّابَّۃُ جانور کا ختم ہونا (مر جانا) نَفَقَتِ الدَّرَاھِمُ دراہم خرچ ہو گئے اَنۡفَقۡتُھَا ان کو خرچ کر دیا۔ نَفَقَتِ السُّوۡقُ۔ بازار گرم ہوا اور اسکے سامان کی مانگ ہوئی، جو چیزیں آئیں اس کا نکاس ہوتا گیا۔ سفر میں کھانا وغیرہ ختم ہو جائے تو کہا جاتا ہے نَفِقَ الزَّادُ کیونکہ مسافر اس کو خرچ کر کے ختم کر دیتا ہے۔ لہٰذا اِنۡفَاقٌ کی معنی ہیں اپنی دولت کو کھلا رکھنا، صاف کرنا، باقی نہ رکھنا، ختم کر دینا۔ (لغات القرآن) قرآن حکیم نے اس کے مقابل میں امساک (روک رکھنے) کا لفظ لا کر اس کے معانی کو واضح کر دیا ہے۔

قُلۡ لَّوۡ اَنۡتُمۡ تَمۡلِکُوۡنَ خَزَآئِنَ رَحۡمَۃِ رَبِّیۡۤ اِذًا لَّاَمۡسَکۡتُمۡ خَشۡیَۃَ الۡاِنۡفَاقِ ؕ وَ کَانَ الۡاِنۡسَانُ قَتُوۡرًا ﴿۱۰۰﴾ (بنی اسرائیل:۱۰۰)

”(اے پیغمبر!) کہہ دیجیے کہ اگر میرے پروردگار کی رحمت کے خزانے تمہارے اختیار میں ہوتے تو تم ضرور خرچ ہو جانے کے ڈر سے انہیں روکے رکھتے (لیکن وہ اپنی رحمت کا فیضان روکنے والا نہیں۔ اس کی بخششیں اتنی نپی تلی نہیں ہیں کہ صرف دنیا کی چند روزہ زندگی میں خرچ ہو جائیں۔) حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی تنگ دل ہے۔ (وہ رحمت الٰہی کی وسعت کا اندازہ نہیں کر سکتا۔)“

مذکورہ آیت میں یہ بات واضح بتائی گئی ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے (وسائل) میسر ہوں تو خرچ ہو جانے کے ڈر سے انہیں روکے رکھنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ اس لیے بار بار اس کے انفاق یعنی کھلا رکھنا، خرچ کر دینا، باقی نہ رکھنے کے احکام دیے گئے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو رحمت کے خزانے قرار دے دیا تو خرچ ہو جانے کے بعد اس رحمت کا تسلسل جاری رہے گا۔ اگر ان کو روکا رکھا گیا تو یہ رحمت کا تسلسل بھی رک جائے گا۔

انفاق کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ اس آیت بصیرت افروز سے لگایا جا سکتا ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:۹۲)

"(اے افراد نسل انسانی!) تم احسان حسنہ اور نیکی و کشادگی کے نزدیک بھی نہیں پہنچ سکتے جب تک تم اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کر ڈالو جو تم عزیز رکھتے ہو۔" یعنی مال و دولت وغیرہ۔

جب یہ آیت نازہ ہوئی تو اہل ایمان نے پیغمبر اسلام سے پوچھا کہ انفاق بالمال کی مقدار کیا ہے تو آپؐ پر قُلِ الْعَفْوَ والی وحی نازل ہوئی یعنی ضرورت سے زائد "سب کا سب" اللہ تعالیٰ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ہے۔ رب کی معنی ہے چیزوں کی درجہ بدرجہ نشوونما کر کے ان کو حد کمال / حد تمام تک پہنچانے والا۔ دنیا میں ہر متنفس کی نشوونما کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت بتائی ہے: وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (ہود:۶) "اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار نہیں جس کی روزی کا انتظام اللہ پر نہ ہو۔" انسان کے لیے رزق کے ذرائع اور بندوبست کا بار بار ذکر ہوا ہے۔ رزق کے سلسلے میں انسان کو بڑی فکرمندی اولاد کے لیے ہوتی ہے تو اس کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: نَحْنُ

نَرۡزُقُكُمۡ وَاِيَّاهُمۡ ۚ (الانعام: ۱۵۱) ”ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہاری اولاد کو بھی۔“

انسانوں کے اندر رزق کی رسائی کے لیے خود انسانوں کے ذریعہ ہی اللہ نے اپنی ربوبیت اور رزاقیت کا ایک نظام رکھا ہے وہ نظام ربوبیت اور رزاقیت انسانوں کو اس دنیا میں قائم کرنا ہے۔ اجتماعی شکل میں ہوں یا انفرادی شکل میں اس کے لیے تمام کوششیں بروئے کار لانا انسانوں کے لیے لازم ہے۔ یہ نظام ان لوگوں کے ہاتھوں متشکل ہوتا ہے جن کے متعلق فرمایا کہ:

وَ مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ۙ (البقرہ:۳)

”جو کچھ رزق ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ (انسانوں کے لیے) کھلا رکھتے ہیں۔“

سورۃ بقرہ کی شروعاتی آیات میں قرآن حکیم کی ہدایت متقین کے لیے بتائی گئی ہے۔ اور متقین وہ ہیں جو (۱) غیب پر ایمان لاتے ہیں، (۲) صلواۃ قائم کرتے ہیں اور (۳) دیے ہوئے رزق میں سے خرچ کر دیتے ہیں، قرآن حکیم غیب کی ان حقیقتوں سے آگاہ کرتا ہے۔ صلواۃ کی حقیقت ان پر آشکار کرتا ہے اور انفاق کے حقائق مراتب اور طریقوں سے ان کو آگاہ کرتا ہے اور اس کے بعد (۴) کتاب کی تعلیم اور (۵) آخرت کے یقین کی تعلیم ہے۔ یہاں قرآن کی ہدایت کے پانچ موضوعات ہیں۔ ان میں انفاق ایک اہم حقیقت کے طور پر سامنے آتا ہے۔

انسان کی معیشت اور رزق کو قرآن حکیم نے ہم معنٰی بیان کیا ہے:

وَ جَعَلۡنَا لَكُمۡ فِيۡهَا مَعَايِشَ وَ مَنۡ لَّسۡتُمۡ لَهٗ بِرٰزِقِيۡنَ (الحجر:۲۰)

”اور تمہارے لیے معیشت کا سارا سامان مہیا کر دیا اور ان مخلوقات کے لیے بھی کر دیا جن کے لیے تم روزی مہیا کرنے والے نہیں ہو۔“

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اس زمین میں اس نے انسان کے لیے بھی ضروریات کی وہ ساری چیزیں پیدا کی ہیں جن کا وہ اپنی زندگی کے بقا اور اس کی رفاہیت کے لیے محتاج ہے اور ان چیزوں کے لیے بھی زندگی کا سامان کیا ہے جن کے رزق کی کوئی ذمہ داری انسان پر نہیں ہے۔ اگرچہ وہ انسان کے کام آنے والی ہیں اور انسان مختلف پہلوؤں سے ان سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس لیے انفاق کا حکم بھی رزق و معیشت کے تمام وسائل پر ہے۔ قرآن حکیم کا انفاق کے متعلق حکم انسان کی اپنی محنت و معیشت سے کمائی ہوئی اس آمدن کے لیے ہے جو اس کے پاس فاضل یا زائد ہے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۖ قُلِ الْعَفْوَ ۭ (البقرہ:۲۱۹)

"یہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہم کس قدر مال و دولت کو (ربوبیت عامہ / انسانوں کے لیے) کھلا رکھیں۔ ان سے کہو کہ جس قدر تمہاری ضرورت سے زائد ہے۔" یعنی فاضل دولت جو سرمایہ داری کی بنیاد ہے سب کی سب ربوبیت عامہ کے لیے وقف ہونی چاہیے۔ سرمایہ کو اپنے پاس مرتکز رکھنا۔ سونے، بانڈز اور جائداد کی شکل میں ہو یا کسی دوسری شکل میں، اس کی گنجائش نہیں ہے۔ جہاں بھی اور جب بھی قرآنی معاشرہ قائم ہو گا تو وہ معاشرہ وسائل کو تمام انسانوں کے لیے یکسر طور پر کھلا رکھے گا۔ لیکن جب تک یہ معاشرہ قائم نہیں ہوا ہے تو افراد پر ذمہ داری ہو گی کہ اپنے زائد وسائل دوسروں کے لیے کھلا رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے تزکیے یعنی اس کی شخصیت کی ایسی نشوونما جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی محبوبیت اور اس کی رضا کا حقدار بن جائے، وہ نشوونما مالی اور جانی جہد اور قربانیوں میں رکھی ہے۔ فرمایا:

الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۝ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝ (اللیل:۲۱-۱۸)

”جو اپنا مال تزکیہ حاصل کرنے کے لیے دیتا ہے اور کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں ہوتا جس کا بدلہ اتارنے کا اس کو خیال ہو۔ ہاں مگر اپنے رب اعلیٰ کی رضا حاصل کرنا (اس کا مقصود ہوتا ہے) اور وہ (اللہ) اس سے ضرور راضی ہو جائے گا۔“

قرآن کہتا ہے کہ یہ انفاق اس لیے ضروری ہے کہ تمہارے نفس یعنی شخصیت کی تعمیر اور فلاح کے لیے ضروری ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٦﴾ (التغابن:١٦)

”پس جتنا ہو سکے اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کی اطاعت کرو اور اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہو یہ تمہارے نفوس کے لیے بہتر ہو گا اور جو لوگ دل کے بخل سے بچائے جاتے ہیں وہی کامیاب ہوتے ہیں۔“

لہٰذا انفاق اس وجہ سے ضروری ہے کہ:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق اور معیشت کے بندوبست کی مشیت کی تکمیل دھرتی پر اس کے نائب / خلیفہ انسان نے کرنی ہے۔

۲۔ اس کے نتیجہ میں انسانی شخصیت کی تعمیر اور ترقی سے انسان اللہ تعالیٰ کی رضا و محبوبیت کا حقدار بنے گا اور اس کی مہربانیوں اور نعمتوں کا اس دنیا میں بھی حقدار بنے گا اور اخروی زندگی میں یہ نعمتیں بدرجہ اتم انسان کو حاصل ہو جائیں گی۔

انفاق کے بجائے مال کو روکے رکھنا، اس کو جمع کرتے جانا، اسے بند کر کے یا چھپا کے رکھنا یا اس کو عیش و عشرت کے لیے مخصوص کر لینا یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے عذاب الیم کو دعوت دیتی ہیں۔

وَ الَّذِیۡنَ یَکۡنِزُوۡنَ الذَّہَبَ وَ الۡفِضَّۃَ وَ لَا یُنۡفِقُوۡنَہَا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ ۙ
فَبَشِّرۡہُمۡ بِعَذَابٍ اَلِیۡمٍ ﴿۳۴﴾ (التوبہ:۳۴)

"اور جو لوگ چاندی اور سونا اپنے ذخیروں میں ڈھیر کرتے رہتے ہیں اور اللہ کی راہ میں اسے خرچ نہیں کرتے ایسے لوگوں کو عذاب دردناک کی خوشخبری دو۔"

اللہ تعالیٰ کا یہ عذاب الیم اِسی دنیا سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ خساروں کی کئی شکلیں ایک دوسرے کے پیچھے لگ جاتی ہیں اور اطمینان و سلامتی کی زندگی کے بجائے خوف و حزن کی زندگی آدمی کا مقدر بن جاتی ہے۔ اسی طرح جو معاشرے اور اقوام اجتماعی طور پر انفاق اور انسانی بھلائیوں کے طریقے چھوڑ دیتی ہیں تو ان کی تباہی کا بالآخر فیصلہ ہو جاتا ہے:

وَ کَمۡ اَہۡلَکۡنَا مِنۡ قَرۡیَۃٍۭ بَطِرَتۡ مَعِیۡشَتَہَا ۚ فَتِلۡکَ مَسٰکِنُہُمۡ لَمۡ تُسۡکَنۡ مِّنۡۢ
بَعۡدِہِمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا ؕ (القصص:۵۸)

"اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو برباد کر دیا جو اپنی خوشحالی پر اترایا کرتی تھیں چنانچہ یہ ان کے مکانات ہیں جن میں ان کے بعد کوئی آباد نہیں ہوا بجز چند ایک کے۔"

نَافَقَ۔ منافق ہونا۔ معاشرے میں منافق سب سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ جو لوگ پورے جھکاؤ سے ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کی وحی کی اطاعت میں آتے ہیں وہ مومن ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو کھلے بندوں وحی کی اطاعت سے باہر رہتے ہیں انہیں کافر کہتے ہیں تیسرے منافق وہ ہیں جو محض اپنی مطلب آوری کے لیے جماعت مومنین کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ منافع میں ان کے برابر شریک رہتے ہیں لیکن مشکلات میں جماعت کا ساتھ چھوڑ کر فتنہ پروری کرتے ہیں۔

❖❖